بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح ۴)

پیغامِ مسرّت

اکابر کی تحقیقات وفتاویٰ کی روشنی میں

(۱) [illegible]
(۲) [illegible]
(۳) [illegible]
(۴) [illegible]

تصنیف

محمد زرولی خان حفظہ اللہ تعالیٰ عنہ

موسس ورئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم
وخادم الحدیث والافتاء بہا والخطیب بالمسجد الجامع الاحسن
منطقۃ گلشن اقبال رقم ۲ کراتشی باکستان

شائع کردہ:

شعبہ نشر واشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر: 17698

ٹیلیفون نمبر: 4818210



جامعہ عربیہ احسن العلوم کے شعبہ نشرواشاعت (پرنٹ میڈیا) سے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم کی حسب ذیل تصانیف دستیاب ہیں۔

- بدعتیوں کے درود کی شرعی حیثیت۔
- پیغامِ مسرت۔
- احسن العطر فی تحقیق الرکعتین بعد الوتر۔
- احسن المقال فی رد صیام ستۃ شوال۔
- احسن المسائل والفضائل (رمضان شریف کے احکامات)

علاوہ ازیں دیگر کتب حسب ذیل ہیں۔

- تفسیر حسن بصری۔
- علماء حق پر علمائے سو کا بہتان عظیم۔
- دعوت فکرونظر۔
- احسن التحقیقات۔
- فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینے میں۔
- صرف سفید عمامہ سنت ہے۔
- غلمانِ انگریز۔
- النہر الفائق ۴۰ سال سے نایاب ہونے کے بعد منصۂ شہود پر آرہی ہے (زیرطبع)
- رضاخانی مذہب۔
- مبتدعین کے بارے میں دوٹوک فتوی۔
- شیعہ مذہب کے چالیس مسائل۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح ۴)

لاؤڈاسپیکر سے سجدۂ تلاوت محلہ والوں اور خواتین پر بغیر علم کے واجب نہیں ہوتا۔ فقہاء کرام کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

لاؤڈاسپیکر سے متعلق انتظامیہ اور آئمہ کرام کے لئے۔

"پیغامِ مسرت"

اکابر کی تحقیقات وفتاویٰ کی روشنی میں

(۱) امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری
(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب۔
(۳) مفتی اعظم پاکستان، مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
(۴) فقیہ العصر، محدثِ اعظم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مفتی اعظم پاکستان

تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس ورئیس الجامعۃ العربیہ احسن العلوم
وخادم الحدیث والافتاء بہا والخطیب بالمسجد الجامع الاحسن
منطقہ گلشن اقبال، رقم ۲ کراتشی باکستان

شائع کردہ
شعبۂ نشرواشاعت
جامعہ عربیہ احسن العلوم
گلشنِ اقبال بلاک ۲، کراچی، پوسٹ بکس 17656
فون: 4818210

"پیغامِ مسرت" پر

فقیہ العصر، محدثِ اعظم و مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا

مفتی ولی حسن صاحبؒ کی تقریظ مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا زر ولی خان مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کا تحریر فرمودہ رسالہ "پیغام مسرت" جس میں ایک شرعی مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے مکہ مکرمہ کے قیام میں عصر کی نماز کے بعد دیکھا ماشاء اللہ رسالہ خوب ہے اور حدیث و فقہ کے ادلہ سے مزین ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع بنائے اور طالبان حق کو اس سے روشنی عطا فرمائے آمین

ولی حسن ۱۳ر رمضان [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا زر ولی خان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کا تحریر فرمودہ رسالہ "پیغام مسرت" جس میں ایک شرعی مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام میں عصر کی نماز کے بعد دیکھا ماشاء اللہ رسالہ خوب ہے اور حدیث و فقہ کے ادلہ سے مزین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع بنائے اور طالبان حق کو اس سے روشنی عطا فرمائے۔ آمین۔

الانتساب

یہ فقیر اس مختصر رسالہ کی نسبت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کی طرف کرتے ہوئے سعادت حاصل کرتا ہے جو شریعت وطریقت کے جامع اور امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے ان قابلِ قدر ہستیوں میں سے تھے، جن کے علمی وعملی کارناموں پر امتِ مرحومہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے جنکے ساتھ حسنِ عقیدت کی برکت سے ہم جیسے ناکاروں کو اولیاء اللہ اور اولیاءِ دنیا میں فرق کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

فہرستِ مضامین رسالہ ہٰذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ نبیہ محمد رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ واصحابہ نجوم الھدایۃ والدین ومن بعدہم اقتدار من سائر العالمین الیٰ یوم الدین۔

اما بعد! جب سے حق تعالیٰ شانہٗ نے نوع انسان کو پیدا فرمایا ہے اور ان کی ہدایت وارشاد کے لئے حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے اُس وقت سے مخلوق کو خالق سے جوڑنے کے لئے اور اس انسان کو فکرِ آخرت سے آشنا کرنے کے لئے منصب تبلیغ کو نفع رسانی کا عظیم ذریعہ قرار دے دیا۔ ہر دور اور ہر زمانے میں حق تعالیٰ شانہٗ کے انبیاء ومرسلین نے اور ان کے متبعین صالحین نے یہ فرض منصبی نہایت خوش اسلوبی سے ادا فرمایا ہے مگر تمام انبیاء کے خاتم جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوئے اور آپ کو کل کائنات کا رسولِ اعظم اور نبیِ مکرم بنا کر یہ اعزاز بخشا: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ اور جیسا کہ صحیح البخاری اور صحیح المسلم کی حدیث میں آپ نے اپنے اور امت کے اوپر حق تعالیٰ شانہٗ کے مخصوص احسانات کو گنتے ہوئے ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا: وکان النبی یبعث الیٰ قومہ خاصۃً وبعثت الی الناس عامۃً (بخاری ج۔۱ ص۴۸) قرآنی آیۃ اور حدیث صحیح سے آپ کے منصب کا، اور اس کے ساتھ آپ کے پیغام کا پورے کائنات کے لئے عام ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ جلّ ذکرہٗ نے آپ کی دعوت حقہ کو شرفِ عموم دیتے ہوئے فرمایا ہے: یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (الآیۃ) اسی طرح اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ۔ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (سورۂ قیامہ)

بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ چونکہ قرآن مجید کا مقصد اور تفسیر مفصل ہے اس لئے اس کے عام کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وعدہ فرمایا تھا "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" کہ ہم آپ کے ذکر خیر کو اٹھائیں گے۔ ان نصوص قطعیہ کے پیش نظر قرآن پاک کے احکام کو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور پروگرام کا پورے کائنات کو پہنچانے کی جو بشارتیں اور وعدے ذکر ہوئے ہیں ان کی روشنی میں اُمت مرحومہ کو یہ عظیم فریضہ سونپا گیا کہ وہ اس امانت خداوندی کو ہمہ زندگی اہلیان عالم ناسوت کو پہنچانے کی سعی فرمائیں۔ الحمد للہ امت محمدیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دین حقہ کا صحیح داعی بنی ہے اور اس دعوت کے سلسلے میں جو تدابیر اختیار کی گئیں، خواہ وہ درس وتدریس ہو یا تعلیم وتلقین ہو، یا دعوت وتبلیغ ہو، حقیقت میں یہ فرائض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے اسباب ہیں، جو حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا جوئی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور چونکہ دین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مقدمہ اپنے مقصد کے حکم میں ہوتا ہے۔ اسی لئے دین پہنچانے کے لئے جتنے ذرائع مباحہ استعمال کئے جائیں وہ سب کے سب صرف مستحسن ہی نہیں بلکہ ضروریات کا درجہ رکھتے ہیں۔
کما لا یخفیٰ علیٰ من لہ اطلاع باصول الدین۔ دعوت جب سب کے لئے ہو تو واسطہ بھی وہی اختیار کیا جاتا ہے جس سے اللہ کی مخلوق مستفید ہو سکے۔ جب دنیا میں ایسا کوئی ذریعہ موجود تھا جو تذکیر وموعظت کو دور تک پہنچا سکے۔ تو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر قوم اور ہر خطے کے تقاضے کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے اور ان پیغمبروں کو ایسے معجزات عطا فرمائے کہ اُن کی وہ قدسی آواز کسی ایک مجلس ومحفل یا چند افراد تک محدود نہ رہی، بلکہ بہت دور تک سُنائی دی گئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تاریخ وتفسیر کی کتابوں میں سند جید کے ساتھ

موجود ہے کہ جب آپ تعمیر خانہ کعبہ سے فارغ ہوئے، تو حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو حکم دیا کہ کعبہ کی دیوار پر چڑھ کر یا جبل ابی قبیس پر سے میری مخلوق کو حج کی دعوت دیں، حضرت نے فرمایا، یا رب وما یبلغ صوتی، قال اذن وعلی البلاغ اور جب حضرت ابراہیمؑ نے بحکم خدا اپنے بساط کے مطابق اوپر چڑھ کر آواز لگائی تو حدیث صحیح میں وارد ہے، فاجابوہ بالتلبیۃ فی اصلاب الرجال وارحام النساء، غور کرنے کا مقام ہے کہ خدائی پیغام کسی خاص مجلس یا افراد تک محدود نہ تھی، بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو سنانا ضروری تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اوپر چڑھنا اور کانوں میں انگلیاں ٹھونسنا آپ کی اس وقت کی کوشش تھی، جو بعد میں آواز دور تک پہنچانے والے آلہ کے جواز اور ضرورت کی دلیل ہے۔ یہ واقعہ محدث ابن ابی شیبہؒ، حافظ ابن جریرؒ، اور امام ابن المنذرؒ اور امام بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ اعلان فرمایا تھا۔ "لیبلغ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشاهد عسٰی ان یبلغ من هو اوعیٰ له منه" (بخاری ج۔۱ ص۱۶) کہ جو لوگ موجود ہیں وہ ان تک پہنچا دیں، جو غیر موجود ہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کی آواز دور تک پہنچتی تھی، چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس پر باب قائم کیا ہے "باب الآیۃ صوتہ صلی اللہ علیہ وسلم وبلوغہ حیث لا یبلغہ صوت غیرہ" (خصائص کبریٰ ج۔۱ ص۱۵۶)

امام بیہقیؒ نے آپ کے معجزات میں سے اسے شمار فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔ دلائل النبوۃ۔ ج۔۶ ص۲۵۶۔۲۵۷ علامہ قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو مرقاۃ۔ ج۔۲ ص۲۹، چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو یہ معجزہ عطا

فرمایا تھا کہ آپ کی آواز دور دور تک پہنچتی تھی، جیسا کہ عبد اللہ بن رواحہؓ نے قبیلہ بنو غنم میں اور ام ہانیؓ نے اپنے گھر بستر پر اور دیگر متعدد صحابہ کرامؓ نے بازاروں میں اور خواتین نے گھروں میں بارہا سنا ہے، جس کی تفصیل آنے والی ہے۔ علماء اسلام نے یہ ضابطہ لکھا ہے کہ جو کام پیغمبر کو بطور معجزہ کے آسان ہوا ہو (بشرطیکہ خصوصیات کے قبیل میں سے نہ ہو) وہ امت کے ولی کو بطور کرامت کے اور دیگر لوگوں کو سبب و مادہ سے حاصل ہو سکتا ہے، ملاحظہ ہو "موافقات" شیخ شاطبی کی، اور "فیض الباری شرح بخاری" امام العصر مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی زمانہ حاضر میں لاؤڈ اسپیکر کا ایجاد ہونا اسی قبیل میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ آخر استقر علیہ الامر علماء کرام نے اس کے استعمال کو دین کے لئے جائز اور مطلوب مانا ہے، ملاحظہ ہو "آلات جدیدہ" حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور "بوادر النوادر" حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی یہ حقیقت مسلم ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال زمانہ حاضر میں دین پہنچانے کا بہت ہی مؤثر اور فائدہ مند ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً پورے عالم میں حتیٰ کہ حرمین شریفین اور دیگر ممالک اسلام میں مسلمانوں کے ہاں اس کا استعمال عام ہے، جس سے احکام دین اور تعلیمات نبویؐ دور تک پہنچانا کافی سہل ہو چکا ہے، اس وقت تقریباً اس مسئلہ پر اجماع امت ہو چکا ہے عرب وعجم کے علماء راسخین، اولیاء ربانیین کی تلاوت اور قرأت اذان و تقریر، خطبہ ونماز، درس وبیان، اس کے ذریعے نشر ہوتے رہتے ہیں، جس سے اہل ایمان خوب خوب فائدے اٹھا رہے ہیں۔ اس واسطے اس موضوع پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، مگر ہمیں حیرت ہے کہ زمانہ حاضر میں بعض تحریرات ایسی نظر سے گذریں جن میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تلاوت وقرأت، یا وعظ اور بیان کو مسجد یا کسی اور محفل میں باہر والوں کے لئے غیر شرعی اقدام بتایا ہے۔ نصوص دین کی روشنی میں یہ تنبیہ یا محض خود ساختہ شاذ و غلط اور الفاظ کے مقاصد سے ناشناسائی پر مبنی

معلوم ہوئی، اس لئے ہم نے خالصتاً لوجہ اللہ الکریم امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے صحیح موقف کو عامۃ مومنین اور خواص دین کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ امید ہے کہ جن کا مقصد دین ہو اور وہ واقعی اہل حق سے وابستگی رکھتے ہیں وہ اس سلسلے میں حق سامنے آنے کے بعد باطل پر ڈٹنے کی ضد نہیں کریں گے اور جو اہل باطل ہیں، جن کا پروگرام ہی "یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ" ہے ان کے شر اور فتن سے ہمارے مسلمان بھائی آسانی سے بچ سکیں گے' وباللہ التوفیق

ذیل میں ان لوگوں کے مغالطوں کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے جو لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو ایک محدود محفل اور تعداد کے علاوہ باہر کے لوگوں کے لئے باعث مضرت سمجھتے ہیں۔

(۱) مائک کی آواز صرف اور صرف محفل ہی میں محدود رکھی جائے، جہاں سننے کے لئے لوگ حاضر ہوں؛ جلسے کے باہر دور کی دوکانوں، گھروں اور دوسرے مختلف مقامات یا مشاغل میں مصروف ومبتلا لوگوں کو، اور مصلین اور نائمین کو یا بیماروں کو لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے پریشانی لاحق ہوتی ہے' آگے ان کے نزدیک لاؤڈ اسپیکر کی آواز کا باہر جانا ہی (معاذ اللہ) مسلمانوں کے سکون وراحت میں خلل ڈالنے کا سبب ہے' خواہ وہ تلاوتِ قرآن ہو، یا نماز کی قرأت ہو، یا تقریر اور درس کی آواز ہو۔

ذیل میں ہم نے ان تمام وجوہ کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے اعمال کی روشنی میں غلط ثابت کرتا ہے' اور یہ بتایا ہے کہ اس قسم کے شبہات اور وساس کا دلائل دین کی روشنی میں کوئی وزن وحیثیت نہیں ہے۔ علماء امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ تبلیغ دین کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال دلائل شرعیہ کی روشنی میں صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ مرغوب اور بعض اوقات تقاضئہ دین سے پیش نظر وقت کے اہم ضروریات میں سے ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ وعظ وتقریر، درس وتدریس وغیرہ میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال

کی ضرورت ومشروعیت پر تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ذرائع عبادت کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے، اُن کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع لازم ومقرر نہیں، ان میں کمی بیشی بھی کوئی جرم نہیں، جبکہ اصل عبادت میں کمی بیشی نہ ہو، اور ان میں ضرورت زمانہ واختلاف مقام کی وجہ سے تغیرّ وتبدل بھی کوئی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ تغیر خود کسی شرعی حکم کے خلاف نہ ہو" آلات جدیدہ ص۱۰ جب لاؤڈ اسپیکر دینی نشر و اشاعت اور اسلامی احکام واقدار کی تبلیغی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ایک مستحسن ذریعہ ثابت ہوا، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم ومغفور کی تحقیق بالا سے واضح ہوا اور مسجد کے اندر یا موجود افراد کے لئے اس کا استعمال تو سب کے ہاں معمول ہے۔ حالانکہ جب یہ ضرورت بھی بعض اکابر اور اجلّہ علماء پر واضح نہ تھی تو لاؤڈ اسپیکر کے وجود کو بھی آداب مسجد کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک سابقہ تحریر ملاحظہ ہو: "کیونکہ اس آلہ (لاؤڈ اسپیکر) کو مسجد میں داخل کرنا ہوگا، جو کہ اس کے احترام کے خلاف ہے' نیز تشبہ ہے مجالس غیر مشروعہ کے ساتھ" ملاحظہ ہو (بوادر النوادر) ص۴۹۳ سطر۵

یہ صرف ضرورت واضح نہ ہونے کی وجہ تھی یا اس آلہ کے بارے میں ماہرین فن کی اطلاعات کی کوتاہی تھی ورنہ حضرت تھانویؒ کی دقتِ نظر اور تفقہ راسخ ہندوستان کے علماء میں مسلّمہ حیثیت رکھتا ہے، اب جبکہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال تقاضئہ وقت ثابت ہوا اور اس کا استعمال مسجد وخانقاہ وغیرہ میں بھی مندوب ومستحسن ٹھہرا تو اب اس کے استعمال کو باوجود مسلمانوں کی عظیم دینی ضرورتوں کے مسجدوں کی حد تک یا صرف محدود سامعین تک مقید سمجھنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے صریحاً خلاف ہے، جو بطور خلاصہ کے حضرت مفتی صاحب کی تحقیق سے واضح ہوتا ہے' اور پھر تعامل امت کا وجود جس کے تحت تمام دینی تقریبات میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال

سے صرف پاس بیٹھنے والے نہیں، بلکہ دور دور تک مسلمان مستفید ہوتے ہیں۔ صدہا علماء اور واعظ فقہاء کے تقاریر، مواعظ اور درس وغیرہ پورے پورے محلوں میں بستیوں میں اور شہروں میں سنی گئی ہیں اور آج تک یہی طریقہ ہے بلکہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تفسیر معارف القرآن لکھنے کا سبب ہی یہ بنا کہ حضرت مفتی صاحب کا درس ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے لگا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر نیرنگی تقدیر سے اس کے اسباب اس طرح شروع ہوئے کہ ریڈیو پاکستان سے روزانہ نشر ہونے والے درس قرآن سے متعلق مجھ سے فرمائش کی گئی، مزید فرماتے ہیں کہ پھر انھوں نے ایک دوسری تجویز پیش کی، کہ روزانہ درس کے سلسلے سے الگ ایک ہفتہ واری درس بنام "معارف القرآن" جاری کیا جائے، جس میں پورے قرآن کی تفسیر پیش نظر نہ ہو بلکہ عام مسلمانوں کی موجودہ ضرورت کے پیش نظر خاص خاص آیات کا انتخاب کر کے ان کی تفسیر اور متعلقہ احکام بیان ہوا کریں، احقر نے اس کو اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ درس کا کوئی معاوضہ نہ لوں گا اور کسی ایسی پابندی کو بھی قبول نہ کروں گا، جو میرے نزدیک درس قرآن کے مناسب نہ ہو۔ یہ شرط منظور کر لی گئی، بنام خداوندی یہ درس بنام "معارف القرآن" ۳ر شوال ۱۳۷۳ھ ۲ر جولائی ۱۹۵۴ء سے شروع ہوا اور تقریباً گیارہ سال پابندی سے جاری رہا۔

معارف القرآن۔ ج ۱۔ ص ۶۳-۶۴

غور کرنے کا مقام ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز تو زیادہ سے زیادہ ایک دو محلوں تک پہنچ سکتی ہے، مگر ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والا درس تو چار دانگ عالم میں سنائی دیتا تھا۔ اہل فکر کے لئے یہ ایک ہی واقعہ بجائے خود عظیم الشان دلیل ہے کیونکہ اس میں بھی مجلس کی کوئی قید نہیں ہوتی، بلکہ مجلس تو ہوتی نہیں، پھر (معاذ اللہ) یہ کہنا کہ ایک مخصوص مجلس سے آواز کا باہر [illegible] خلاف دین ہے۔ یا

بعضوں کے ہاں نیکی ہی نہیں، بلکہ اذیت ہے، کس قدر دلیری اور روح علم کے خلاف جرأت وبے باکی ہے، چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ اس درس کے سلسلہ میں دور دراز کے مسلمانوں کے استفادہ اور دینی تشکروں کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں جب یہ درس نشر ہونا شروع ہوا، تو پاکستان کے سب علاقوں سے، اور ان سے زیادہ غیر ممالک، افریقہ، یورپ وغیرہ میں سننے والے مسلمانوں کی طرف سے بے شمار خطوط ریڈیو پاکستان کو اور خود احقر کو وصول ہوئے، جن سے معلوم ہوا کہ بہت سے دیندار اور نو تعلیم یافتہ مسلمان اس درس سے بہت شغف رکھتے ہیں افریقہ میں چونکہ یہ درس آخر شب یا بالکل صبح صادق کے وقت پہنچتا تھا، وہاں کے لوگوں نے اس کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر کے بعد میں سب کو بار بار سنانے کا اہتمام کیا، ملاحظہ ہو

معارف القرآن۔ ج ۱۔ ص ۶۴

ایک اور شبہ اور اس کی وضاحت: شاید کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ لاؤڈ اسپیکر اور ریڈیو کے نشر میں فرق ہے، تو اولاً تو یہ عرض ہے کہ محفل اور چار دیواری کا ختم ہونا دونوں میں قدر مشترک ہے۔ ثانیاً جیسا کہ لاؤڈ اسپیکر صرف مسجد سے باہر کے مسلمانوں تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح ریڈیو کے ذریعے نشر ہونے والا بیان بھی اُسے زیادہ اور دور تک مسلمانوں کو سنانا مقصود ہوتا ہے۔ ثالثاً جیسا کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے جو تقریر یا درس ہو رہے ہوں، تو اگر کسی عذر کی بنا پر مسلمان نہ سننا چاہیں تو گھروں کے اندر ہی نہ سننا بہت ہی سہل ہے، جیسا کہ ریڈیو بند کر کے یا کم آواز رکھنا مشاہدہ ہے، رابعاً اگر مسجد یا ایک مخصوص محل سے باہر آواز پہنچانا از روئے شرع ناجائز ہے تو ریڈیو کے ذریعہ پہنچانا کس دلیل سے جائز ہوگا۔ خامساً اگر قرب وجوار کے باشندوں کے ذہنی ایذاء کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کا پھیلاؤ ناجائز ہو سکتا ہے تو یہ علت ریڈیو کے نشریے میں کئی گنا زیادہ پائی جاتی ہے۔

سادیا گیا چونکہ اصل مقصود ایذا نہیں، ابلاغ دین اور مسلمانوں کی دینی نفع رسانی ہے، اس واسطے دیگر خدشے ناقابل التفات ہیں علماء اصول نے ایک قانون لکھا ہے کہ "قد یحتمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" (الاشباہ والنظائر ج۔۱ ص۔۔)

لہٰذا زمانۂ حاضر میں چونکہ ماحول ویسے ہی بے دینی کی لپیٹ میں ہے اور فسق و فجور پورے زور شور کے ساتھ متصادم ہے، اگر ان دینی آوازوں کو اور پیغام رسانی کے سلسلوں کو اپنی طبعی کمزوریوں کو یا مقاصد دین نہ سمجھنے کی وجہ سے ناجائز کہا جائے تو اس سے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے نقصان ہو جانے کا احتمال، جو قریب الیقین ہے، ہو سکتا ہے، اس لئے اگر غیر ارادی و اختیاری طور پر کہیں ایسا خدشہ پیدا بھی ہو سکا تو وہ معاف ہے، حافظ ابن نجیمؒ نے "الاشباہ والنظائر" میں فقہاء دین کا ایک ضابطہ لکھا ہے کہ الامور بمقاصدہا اور چونکہ مقصد یہاں خالص دینی اور رضائے خداوندی ہے، اسی لئے کوئی خلاف شرع حکم عائد نہیں ہو سکتا، اس کی سینکڑوں مثالیں فقہ اور اصول میں موجود ہیں، یہ ہم نے صرف دفع شبہ کے لئے عرض کر دیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو درس قرآن یا تلاوت قرآن سے کبھی بھی اذیت نہیں ہو سکتی، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے "وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا" الآیۃ۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے لئے تلاوت قرآن شفاء اور رحمت ہے۔

البتہ ظالموں کا اس سے نقصان ہونا یا اُن کو اذیت پہنچنا، یقینی امر ہے۔ صحیح البخاری وغیرہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نماز اور سوز و گداز کے ساتھ تلاوت کا تذکرہ ہے کہ مشرکین نے یہ شکایت کی تھی کہ یہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرتا ہے لیکن یہ آواز سے نہ پڑھے کیونکہ اس کی آواز سے ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں جس سے ہمیں ایذاء ہوتی ہے۔ صحیح البخاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں: "فَوَا بابکر

فلیعبد ربہ فی دارہ فلیصل فیھا ولیقرأ ماشاء ولا یؤذینا بذالک ولا یستعلن بہ فانا نخشی ان یفتن نساءنا وابناءنا۔ (صحیح البخاری۔ ج۔۱۔ ص۵۵۲ آخری دو سطریں) یعنی مشرکین نے صدیق اکبرؓ کے سفارشی ابن دغنہ سے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ کو کہیئے کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر پر کرے، اس میں نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے اور ہم کو ایذا نہ دے اور نماز کا اعلان کرے کیونکہ آواز کے باہر جانے سے ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں، جو ہمارے لئے فتنے اور ایذاء کی بات ہے، یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں۔

(۱) یہ پابندی لگانا کہ صرف آواز مسجد کے اندر ہی رہے، قطعاً غیر اسلامی ہے اور سب سے پہلے یہ مشرکین نے مسلمانوں پر عائد کرنا چاہا تھا۔

(۲) آواز دین کو صرف ایک مجلس تک محدود نہ سمجھنا، اور اس کا باہر تک پھیلاؤ حضرت صدیق اکبرؓ کی سنت ہے۔

(۳) تلاوت قرآن اور درس یا بیان سے ایذاء غیر مسلموں کو پہنچتی تھی جیسا کہ مشرکین نے شکایت کی۔

(۴) دینی عشق جب اخلاص کے ساتھ ہو تو آواز دوسروں تک پہنچنا تبلیغ دین کا عظیم ذریعہ ہے، صحیح بخاری کے الفاظ ملاحظہ ہوں: "وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً وَلَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ"

(۵) دین جب اخلاص اور عشق صحیح کے ساتھ بیان ہو رہا ہو، تو کچھ لوگوں کو اذیت ہونا ایک فطری امر ہے۔ بخاری کا لفظ دال ہے: "فافزع ذالک اشراف قریش من المشرکین" بخاری۔ ج۔۱ ص۶۸۔۶۹

(۶) صدیق اکبرؓ اپنے گھر پر مسجد بنا چکے تھے، امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے "باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس فیہ ج۔۱ ص۔۔

ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجدا بفناء دارہ - بخاری - ج ۱ - ص ۵۵۳

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی مسجد میں نماز اور قرأت فرماتے تھے، آپ کا ارادہ ایذا پہنچانے کا ہرگز نہ تھا۔ امام بخاریؒ نے من غیر ضرر بالناس سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اذیت کا اتہام مشرکین کی طرف سے ناحق تھا۔

(۷) وہ لوگ چونکہ اہل زبان تھے، اس لئے صدیق اکبرؓ کی نفس قرأت اور تلاوت درس اور وعظ کا کام کرتی تھی۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں - لانہ قصد تبلیغ کتاب اللہ واظہارہ مع الخوف علی نفسہ" عمدۃ القاری شرح بخاری - ج ۲ - ص ۲۵۶ جز ۴ -

(۸) حافظ بدرالعینیؒ کی تحقیق کے مطابق صدیق اکبرؓ کا ارادہ کتاب اللہ کی تبلیغ کا تھا اور حضرت جان کی پرواہ کئے بغیر یہ قربانی دیتے تھے۔

(۹) جب ارادہ تبلیغ دین کا ہو تو اس کے نتیجے میں جن لوگوں کا باطل ٹوٹتا ہے وہ اپنے لئے ایذاء سمجھتے ہیں۔

(۱۰) تفسیر و حدیث کی تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں مسلمانوں نے تلاوت قرآن یا درس و وعظ سے ایذاء کی شکایت کی ہو۔

تلک عشرۃ کاملہ

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدن — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خطبے (جو کہ تقاریر اور درس ہوتے تھے) صحابہ کرام گھروں میں بازاروں میں اور دور دراز کے قبیلوں میں سنتے تھے۔

صحاح میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے کہ جب آپ خطبہ دیتے تھے تو آواز بہت اونچی ہوجاتی تھی اور مزاج اقدس

(۱) میں غصہ سا پیدا ہوجاتا تھا۔ صحیح مسلم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

(کان رسول اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ - صحیح مسلم - ج ۱ - ص ۲۸۴

(۲) مستدرک علی الصحیحین میں ہے رحتی لو ان رجلا کان بالسوق تسمعہ مستدرک - ج ۱ - ص ۲۸۷ خطبہ کے دوران جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی اونچی ہوجاتی تھی کہ مسجد سے باہر بازاروں میں بھی سنی جاسکتی تھی

(۳) امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے" باب من رفع صوتہ بالعلم" بخاری - ج - ص ۱۴ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: (وانما یتم الاستدلال بذالک حیث تدعو الحاجۃ الیہ لبعد او کثرۃ جمع او غیر ذالک ویلحق بذالک ما اذا کان فی موعظۃ) فتح الباری - ج ۱ - ص ۱۳۲ یعنی اگر ضرورت ہو جیسے دور والوں کو سنانا ہو یا جمع کثیر ہو خاص کر وعظ وغیرہ میں آواز دور تک پہنچانا چاہیے، امام احمدؒ کی مسند میں ہے۔

(۵) حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی قال ثنا عبد الرزاق نا اسمعیل عن سماک بن حرب انہ سمع عن نعمان بن بشیرؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انذرتکم النار انذرتکم النار حتی لو کان رجل کان فی اقصی السوق سمعہ وسمع اہل السوق صوتہ وہو علی المنبر۔ مسند احمد - ج ۴ ص ۲۷۲ ، فتح الباری ج - ۱ - ص ۱۳۳

(۶) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کا خطبہ صحابہ کرامؓ دور دور کے بازاروں میں سنتے تھے، مزید تفصیل کے لئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ - ص ۱۵۸ حدیث نمبر ۱۵۹۸۳ الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۴۵۲ (۷) عن عائشہؓ ان رسول اللہ

علیہ وسلم جلس علی المنبر یوم الجمعۃ فقال: اجلسوا فسمع عبداللہ بن رواحۃ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلسوا فجلس فی بنی غنم
دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ صفحہ ۲۵۶

(۸) ان عبداللہ بن رواحۃ اُتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم وھو یخطب فسمعہ وھو یقول اجلسوا فجلس مکانہ خارجاً من المسجد
دلائل النبوۃ ج ۶ صفحہ ۲۵۷ ان دونوں روایتوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بنو غنم میں مسجد نبوی سے باہر کسی جگہ میں سنا تھا اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ سے سرشار ہونے کی وجہ سے وہیں اس پر عمل کر کے بیٹھ گئے، بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر دیتے ہوئے طلب فرمایا۔

(۹) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ہی آپ کی تقریر ہوتا تھا (کیف کانت خطبۃ قال کلام یعظ بہ الناس) مسند رث ج ۱ صفحہ ۲۸۶
سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر مبارک بھی حضرات صحابہؓ مسجد نبوی سے باہر سن چکے تھے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے معاذ اللہ اس میں ایذا نہیں سمجھا بلکہ اس کو دین جان کر اس پر عمل فرمایا۔

(۱۰) اخرج البیہقی وابونعیم عن البراءؓ۔ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی اسمع العواتق فی خدورھن۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور اتنی اونچی آواز سے کہ پردہ نشین عورتوں نے اپنے اپنے گھروں میں سنا خصائص کبریٰ۔ ج ۱ صفحہ ۶۶ دلائل النبوۃ۔ ج ۶ صفحہ ۲۵۶

(۱۱) واُخرج ابونعیم عن بریدۃؓ۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً ثم انفتل فنادیٰ بصوت اسمع العواتق فی اجواف الخدور خصائص کبریٰ ج ۱ صفحہ ۹۶

(۱۲) حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے بیان فرمایا کہ پردہ نشین عورتوں کو گھروں میں بھی سنائی دیا۔

(۱۳) واخرج ابونعیم عن ابی برزۃ۔ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالھاجرۃ العلیاء فخطبنا بصوت یسمع العواتق فی خدورھن
خصائص کبریٰ ج ۱ صفحہ ۶۶ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر یا ظہر کے وقت تقریر فرمائی جسے خواتین نے گھروں میں سنا۔

(۱۴) محدث ابن سعدؒ اور امام ابونعیمؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمیؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہمیں خطبہ دیا جسے خدا کے فضل و کرم سے ہم نے اپنے اپنے خیموں میں سنا۔ ملاحظہ ہو۔ خصائص کبریٰ۔ ج ۱۔ صفحہ ۹۶۔
ان متعدد احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ، درس، تقریر اور بیان مسجد نبویؐ تک محدود نہ تھے۔ صحابۂ کرامؓ کا متواتر بیان موجود ہے کہ وہ مسجد نبویؐ سے باہر، بازاروں میں اور خواتین اپنے اپنے گھروں میں سنتی تھیں، سو یہ کہنا کہ تقریر یا درس و بیان کی آواز مسجد تک محدود رکھی جائے سراسر ناواقفیت پر مبنی ہے جو علم و عرفان کی روشنی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کرام کی تلاوت و قرأت کی آواز بھی مسجد تک محدود نہ تھی بلکہ مسجد سے باہر بھی سنی جاتی تھی۔

---

(۱) عن ام ھانیؓ۔ قالت کنت اسمع قرأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی عریشی اھلی۔ حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں بستر پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سنتی تھی۔

(۲) عن ام ھانیؓ۔ قالت کنا نسمع قرأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی

جوف اللیل عند الکعبة وأنا علی عریشی۔

ام ہانی فرماتی ہیں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کعبہ شریف کے سامنے رات کی اندھیری کی قرأت گھروں میں سنتے تھے۔ دلائل النبوہ للبیہقی ج۔۶ صـ۲۵۷
خصائص کبریٰ ج۔۱ صـ۹۹

(۳) شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے سنن ابن ماجہ کا حوالہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

خصائص۔ ج۔۱۔ صـ۹۹

العریش، البیت الذی یستظل بہ۔ محیط المحیط صـ۵۸۹

(۴) امام عبد الرزاقؒ نے حضرت عمرؓ کا معمول بھی نقل فرمایا ہے۔

عبد الرزاق عن عبد اللہ بن عمرؓ عن ابن سہیل بن مالکؓ عن ابیہ قال کانت تسمع قرأت عمرؓ فی صلوٰة الصبح من دار سعد بن ابی وقاصؓ

مصنف عبد الرزاق ج ۲ صـ۳۰۳ حدیث نمبر ۲۸۵۹۔ حضرت عمرؓ کی نماز فجر کی قرأت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے گھر کے پاس سنی جاتی تھی، اور یہ واضح ہے کہ حضرت بن ابی وقاصؓ کا گھر مسجد نبوی سے باہر تھا۔

(۵) عبد الرزاق عن مالک عن عمہ ابی سہیل بن مالک عن ابیہ۔ قال: کانت قرأت عمرؓ تسمع من البلاط۔ مصنف عبد الرزاق ج۔۲ صـ۴۹۳ حدیث ۳۸۹۰

حضرت عمرؓ کی قرأت باہر میدانوں اور گھروں میں سنی جاتی تھی۔

البلاط، الارض المستویة الملساء وصفائح الحجارة التی تفرش فی الدار وغیرھا۔ وکل ارض فرشت بالحجارة وبالاجر۔ محیط المحیط صـ۵۵

بلاط کی تحقیق میں لغات الحدیث کے امام حافظ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں۔ البلاط ضرب من الحجارة تفرش بہ الارض ثم سمی المکان بلاطا اتساعاً، وھو موضع معروف بالمدینہ۔ نہایة ابن الاثیر۔ ج۔۱۔ صـ۱۵۲

معلوم ہوا کہ بلاط نامی کوئی جگہ تھی مدینہ منورہ میں۔ اور جب حضرت عمر مسجد نبوی

میں فجر کی نماز پڑھاتے تو صحابۂ کرامؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی قرأت کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی۔ سو معلوم ہوا کہ درس وتقریر کے علاوہ نماز کی قرأت کی آواز بھی مسجد سے باہر سننا جائز اور حضرات صحابہؓ کا اتفاقی عمل ہے اور اسے علت ایذاء سمجھنا ناجائز اور حرام ہے بلکہ حضرات صحابہؓ کے دین اور عمل پر ایک قسم کا حملہ ہے جس کے برے نتیجے سے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔

ایک اشکال اور اس کا تدفیعہ

کہیں سے یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا یا حضرت فاروق اعظمؓ کی کرامت تھی کیونکہ معجزہ اور کرامت آیات بینات اور دلائل دین ہیں جبکہ نصوص صحیحہ سے ثابت ہوں اور وجہ تخصیص نہ ہو کما نبہ علیہ امام العصر الشیخ انور فی فیض الباری شرح بخاری۔ چنانچہ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار سے متجاوز ہیں اور اس لئے آپ کا ہر قول اور فعل اور ہر حال عجیب وغریب مصالح اور اسرار وحکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق للعادۃ ہے اور معجزہ ہے ملاحظہ ہو سیرۃ المصطفیٰ ج۔۳ صـ۲۲۷ بلکہ یہ جواز کی مزید تقویت ہے کیونکہ جس چیز کو حق تعالیٰ شانہٗ نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت بنا دیں، اس میں نفع اور فیض ہوتا ہے، مسلمانوں کے لئے اس میں اذیت کا ادنیٰ احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ ورنہ معجزہ معجزہ اور کرامت کرامت نہ رہی، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

واذا ما انزلت سورة فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایماناً فاما الذین آمنوا فزادتھم ایماناً وھم یستبشرون۔ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجساً الی رجسھم وماتوا وھم کفرون۔

التوبہ آیة ۱۲۴۔ ۱۲۵۔

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورۃ نے ایمان، سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورۃ نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور جن کے دل میں مرض ہے سو ان کیلئے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے۔

تلاوت قرآن کی آواز کا خواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ ہو مسجد سے باہر پہنچنا کئی فوائد اور مصالح پر مشتمل ہے۔

حضرت جُبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں سے متعلق گفتگو کروں میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھ رہے تھے، اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی، جب یہ آیت پڑھی (ان عذاب ربك لواقع ٭ ماله من دافع) اچانک میری یہ حالت ہوئی گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائیگا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا، مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائیگا، (بحوالہ معارف القرآن۔ ج ۸ ص ۱۹۰ تفسیر کشاف، ج ۴ ص ۲۳ تفسیر خازن، ج ۴ ص ۱۸۷ تفسیر [illegible] المنثور، ج ۶ ص ۱۱۸ تفسیر روح المعانی، پ ۲۷ ص ۵۹ ان تفاسیر میں یہ صراحت ہے [illegible] یخرج من المسجد فسمعته) حضرت جبیر بن مطعمؓ نے حضرتؐ کی تلاوت کی آواز مسجد نبویؐ سے باہر سنی اور اس کی برکت سے وہ ایمان سے مشرف ہوئے، معلوم ہوا کہ ایمان جیسی دولت [illegible] برکت تلاوت سے نصیب ہوئی تو مسلمان آبادیوں میں اس دور فتن میں تلاوت کی آواز خواہ نماز میں ہو یا [illegible] کے وقت مسلمانوں کو جگانے [illegible] سنت سے [illegible] فائدہ سے خالی نہیں،

حضرت صحابہ [illegible] ایک دوسرے کو بلند [illegible] جگانا معمول تھا

امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے۔ باب ما جاء فی القرأت باللیل۔

عن ابی قتادۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر مررت بك وانت تقرء وانت تخفض من صوتك، فقال انی اسمعت من ناجیت، قال ارفع قلیلا، وقال لعمر مررت بك وانت ترفع صوتك۔ فقال انی اوقظ الوسنان واطرد الشیطان، قال اخفض قلیلا ترمذی ج ۱۔ ص ۱۰۱۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رات کو حضرات صحابہؓ کے معمولات شب ملاحظہ فرمائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا کہ وہ بہت ہی خاموشی کے ساتھ قرات نماز میں مشغول ہیں، حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اونچی آواز سے تلاوت فرما رہے ہیں، بعد میں صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ آپ اتنا آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے، فرمایا کہ جس سے سرگوشی کر رہا تھا، وہ خوب سن رہے تھے فرمایا کہ قدرے اونچا پڑھا کریں۔

اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ اتنی بلند آواز سے پڑھ رہے تھے؟ فرمایا کہ تاکہ سوئے ہوئے لوگوں کو جگا دوں اور شیطانوں کو بھگاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے اعتدال کی تلقین فرمائی، مگر سوئے ہوؤں کو جگانے کی مصلحت اور شیطان کے بھگانے کی حکمت کو آپ نے اپنے حال پر برقرار فرمایا جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وحی سے اور تعامل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر مسجد سے تلاوت خواہ نماز میں کیوں نہ ہو، ان مصلحتوں کیلئے ہو یا اور کچھ فوائد دین پیش نظر ہوں، تو بلند آواز سے تلاوت جائز اور منفعت پر مبنی ہے۔ اس میں ایذاء کا احتمال پیدا کرنا از روئے وحی و تعامل صحابہؓ ناجائز ہے، یہ واقعہ مستدرک۔ ج ۱۔ ص ۳۱۰ معارف السنن۔ ج ۳۔ ص ۱۵۸ پر اور دیگر احادیث کے متداول معتبر کتب میں موجود ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے ایک قانون لکھا ہے کہ رمضان [illegible] میں اگر کوئی ذکر یا تسبیح (تلاوت) بلند آواز سے ہو، جس سے اور لوگوں کے اشتغال میں خلل آسکے

ہو، تو درست نہیں، الا اذا کان الغرض منها ایقاظ الناس فی رمضان
لان فی ذالک منفعتاً لهم، لیکن اگر غرض سوئے ہوئے لوگوں کو سحری یا تہجد
کے لئے جگانا ہو تو بالکل جائز ہے کیونکہ یہ لوگوں کے فائدے کی بات ہے' ملاحظہ
ہو کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج ۱۔ ص ۳۲۶

فقہ کے اس قانون سے معلوم ہوا کہ بعض جزئیات جو ایسے ہیں کہ جن میں نائمین
یا مصلین کے اضرار کی وجہ سے منع لکھا ہے، وہ کسی غرض صحیح نہ ہونے کے لئے جو تلاوت
ہو، یہی وجہ ہے کہ اس میں اوقات کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر وقت ایسا ہے کہ
لوگوں کا آرام ضروری ہے' اور از روئے شرع اس وقت مسلمانوں کا جاگنا یا جگانا
مطلوب نہیں تو ایسے وقت میں بلند آواز سے بذریعہ لاؤڈ اسپیکر تلاوت یا بیان
ناجائز ہوگا۔ لیکن یہ طریقہ سوائے اہل بدعت غلاۃ کے اور کسی کے ہاں نہیں چنانچہ
"ہندیہ" میں ہے"۔ لو قرأ علی السطح فی اللیل جهراً یأثم کذا فی
الغرائب" ہندیہ۔ ج ۵۔ ص ۳۱۸ یہی وجہ ہے کہ مساجد میں تلاوت اکثر
ان اوقات میں ہوا کرتی ہے' جو لوگوں کے سننے کے ہوتے ہیں، مثلاً نماز تراویح میں
یا نماز جمعہ اور عید کے موقع پر یا اور کسی تقریب اور جلسے کے آغاز میں جس سے
مقصد ترغیب اور دعوت دین ہوتی ہے۔ مسلمان ایسے موقعوں پر دلی توجہ
سے سننا چاہتے ہیں، صرف اس احتمال سے منع کرنا کہ ہوسکتا ہے کسی کو ایذا ہوتی
ہو صحیح نہیں ہے۔ "ہندیہ" میں ہے۔ اذا اراد ان یقرأ القرآن و یخاف ان یدخل
علیه الریاء لا یترك القراءة لاجل ذالك كذا فی المحیط
ہندیہ۔ ج ۵ ص ۳۱۸ یعنی صرف اس احتمال سے قرآن مجید
کی تلاوت ترک کرنا کہ مجھ میں اس سے ریا پیدا ہوتی ہے درست نہیں ہے، یہی وجہ
ہے کہ اگرچہ فقہ حنفی کا قانون یہ ہے کہ ذکر اور دعا وغیرہ آہستہ ہونا چاہیے۔ الاصل

فی الاذکار والدعاء هو الاخفاء قاضی خان علی الهندیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۳۵
لیکن قرآن مجید کی تلاوت کو جہر سے افضل لکھا ہے۔ الافضل فی قراءۃ القرآن خارج
الصلوٰۃ الجهر۔ ہندیہ۔ ج ۵۔ ص ۳۱۶ باقی یہ شبہ کہ خارج از مسجد لوگ اپنے کاموں
میں مشغول ہوتے ہیں جن کے لئے سننا دشوار ہوتا ہے تو ایسے لوگ از روئے فقہ
معاف اور معذور ہیں، ہندیہ میں ہے" صبی یقرأ فی البیت و اهله
مشغولون بالعمل یعذرون فی ترك الاستماع ان افتتحوا العمل
قبل القراءة والا فلا" ہندیہ۔ ج ۵۔ ص ۳۱۷

ہماری گذشتہ گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ درس و تقریر کے علاوہ، تلاوت
اور قرأت کی آواز مسجد سے باہر محلے والوں تک پہنچانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرات صحابہؓ کے اعمال سے ثابت ہے اور دینی مقصد خواہ وہ دعوت و تبلیغ
کے علاوہ اصلاح اور ترغیب کیوں نہ ہو کے خاطر اس امر کا اقتضاء دین ہونا
فقہاء کرام کے مسلمہ قوانین سے ثابت ہے' جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور قاضی خان
وغیرہ کے جزئیات سے معلوم ہوا، لیکن ہم اس کے قائل ہرگز نہیں کہ وقت بے
وقت لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے بغیر کسی مقصد اور مصلحت کے بلند آواز سے تلاوت
وغیرہ گھنٹوں جاری رکھی جائے کیونکہ ایسا کرنا روایت اور درایت کی روشنی میں
ناجائز معلوم ہو رہا ہے۔ وضاحت کے لئے فقہا کا یہ جزیہ ملاحظہ ہو: لا یقرأ جهراً
عند المشتغلین بالاعمال۔ ہندیہ۔ ج ۵۔ ص ۳۱۶ اعتدال اس
امت کی امتیازی شان ہے' ارباب فکر و نظر قرآن مجید کی آیت (وکذالک
جعلنکم امة وسطا) الایہ سے یہی استنباط فرما چکے ہیں جیسا کہ اہل علم
پر واضح ہے فقہا کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی ضروری شغل میں ہوں جس کی
اہمیت دین کی روشنی میں ثابت ہو چکی ہو' ایسے موقعوں پر آواز پہنچنے کے باوجود

نہ سُننے والے معاف ہیں۔ عالمگیری میں ہے "مدرسہ یدرس فی المسجد وفیہ مقرئ یقرأ القرآن بحیث لو سکت عن درسہ یسمع القرآن یعذر فی درسہ" عالمگیری ج۔۵۔ ص۳۱۷ چونکہ درس اور تعلیم دین کا نفس تلاوت سے اہم ہونا اصول دین سے ثابت ہے "حکی عن ابی مطیع۔ انہٗ قال النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام لیلۃ کذا فی الخلاصہ" فتاوٰی عالمگیری۔ ج۔۵۔ ص۳۱۸ جس کا حاصل یہ ہے کہ کتب فقہ کا سرسری مطالعہ بھی پوری رات کی نفلی عبادت سے افضل ہے، چنانچہ خود عالمگیری میں ہے "رجل یکتب من الفقہ وغیرہ یقرأ القرآن لا یلزمہ الاستماع قال الوبری فی المسجد عظۃ وقرأت القرآن فالاستماع الی العظۃ اولٰی۔ کذا فی القنیہ ھندیہ۔ ج ۵۔ ص۳۱۸"

تلاوت قرآن کی صُورت میں سُننے والوں کے لئے سجدۂ تلاوت کا حکم

قرآن مجید کی وہ چودہ آیات جن کے پڑھنے سے اور سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، اول تو ایسے مقامات پر جہاں از روئے شرع جہر ضروری نہ ہو آہستہ پڑھنا چاہئے، جیسا کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے اور یہی عمل ہے۔

ہندیہ میں ہے۔ "القاری اذا کان عندہٗ قوم ان کانوا متأھبین لسجود ویقع فی قلبہ انہٗ لا یشق علیھم اداء السجدۃ، ینبغی ان یقرأ جھراً وان کانوا محدثین او یظن أنھم یسمعون ولا یسجدون او یشق علیھم أداء السجدۃ ینبغی ان یقرأ فی نفسہ سواء کان فی الصلوٰۃ او خارج الصلوٰۃ۔ کذا فی الخلاصہ۔ ھندیہ ج ۱ ص۱۳۵" اور جب جھراً پڑھ لیا گیا تو سُننے والوں کو اطلاع دینا ضروری ہے، چنانچہ یہی معمول ہے کہ پڑھنے والا شروع میں یا بعد میں اعلان کرتا ہے اور مسلمانوں کو معلوم ہو جانے کے بعد سجدہ

تلاوت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر اعلان اور علم کے باوجود بھی کوئی سجدۂ تلاوت نہ کرے تو پڑھنے والا بری الذمہ ہے، جیسا کہ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ نمازیں فرض ہیں۔ اب اگر کوئی نہ پڑھے تو یہ گناہ اس کا اپنا ہے اور اگر سننے والے کو علم نہ ہو سکا تو تاخیر معلوم ہونے تک بالاتفاق عذر شرعی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے "ولو قرء بالعربیہ یلزمہ مطلقاً، لکن یعذر بالتأخیر ما لم یعلم" ھندیہ ج۔۱۔ ص۱۳۳

سجدۂ تلاوت کے بقیہ احکام ومسائل

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اگر اہل محلہ آیات سجدہ سنیں مگر جب تک ان کو معلوم نہ ہو جائے، خواہ کسی کے بتانے سے کیوں نہ ہو کیونکہ سبب وجوب گو اصلاً تلاوت یا سماعت ہے، مگر محققین نے عجمیوں کے لئے علم کی شرط بھی لکھی ہے، یعنی یہ جاننا کہ اس وقت جن آیات کی تلاوت مجھے سننا نصیب ہوا۔ وہ آیات سجدہ ہیں، اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکا تو سرے سے سجدہ واجب ہی نہ ہوا، چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔) (والمتبادر أنھا لا تجب الا اذا علم أنھا آیۃ السجدۃ ولو بالاخبار جامع الرموز۔ ج۔۱۔ ص۲۳۱ اللباب فی شرح الکتاب ج۔۱۔ ص۱۰۳ طحطاوی حاشیہ مراقی ص۲۹۳، فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے: "لکن لا یجب علی الاعجمی ما لم یعلم" فتح القدیر مع الکفایہ۔ ج۔۱۔ ص۴۶۶ ردّ المحتار ج۔۱۔ ص۵۱۸، حلبی کبیر میں ہے "وان لم یفھمہا من العجم اذا اخبر بھا اجماعاً" حلبی کبیر شرح منیہ ص۵۰۱

ایک ضروری تنبیہ

یہ عنوان قائم کرنا کہ "لاؤڈ اسپیکر سے سجدۂ تلاوت تمام محلہ والوں پر اور خواتین پر واجب کرنے کے وبال سے نجات حاصل کریں" باعث افسوس ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت کا واجب ہونا وبال ہرگز نہیں، قرآن مجید کی آیت پر غور کرنے سے اس کا خطرہ اہل علم پر واضح ہو سکتا ہے (والذین اذا ذکروا بآیات ربھم

لم یخروا علیھا صما و عمیانا۔ الفرقان آیۃ ۷۳۔ کیونکہ سجدۂ تلاوت کا واجب ہونا وبال ہرگز نہیں، وبال واجب سجدہ کا ترک ہے امید ہے اگر عناد اور ضد کا وٹ نہ بنی تو عنوان پر پورے مسئلہ کی طرح نظر ثانی کرنے کا موقع نصیب ہوجائیگا

تنبیہ نمبر ۲: سجدۂ تلاوت کا واجب ہونا اور نہ واجب کرنا وبال دینے اگر ایسی بات ہوتی تو فقہاء کرام سجود تلاوت کے مبحث میں لکھ دیتے کہ خبردار کہ اونچی آوازِ تلاوت سے آیت سجدہ پڑھ کیونکہ اگر واجب ہوا تو یہ وبال کا باعث ہے اور چونکہ ایسا کوئی جزیہ انشاءاللہ العزیز متون سے لے کر شروح تک اور حوادث و نوازل سے لیکر فتاویٰ تک کہیں نہیں ہے اس لئے اس عنوان کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے۔

آداب تلاوت قرآن کریم اور ایک مشہور شبہ

بعض حضرات کو یہ شبہ بھی رہا ہے کہ اگر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے تلاوت قرآن یا قرآت کی آواز باہر کے لوگوں تک پہنچے گے تو چونکہ قرآن کا سننا نماز کے باہر بھی واجب ہے اور باہر کے لوگ سننے کی پابندی نہیں کر سکتے جس سے گناہ لازم آئے گا۔

ازالہ شبہ

عرض یہ ہے، اگرچہ یہ رائے رہی ہے، لیکن احادیث صحیحہ سے جو قواعد فقہ زیادہ ہم آہنگ ہیں، اُن کی روشنی میں یہ شبہ درست نہیں ہے، امام ابوبکر جصاص رازی الحنفیہ "واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" کی تفسیر میں قاعدۂ فقہ ذکر فرماتے ہیں (المؤمن فی سعۃ من الاستماع الیہ الا فی صلوٰۃ مفروضۃ) احکام القرآن۔ ج۔ ۳۔ ص۳۹ جس کا حاصل یہ ہے کہ نماز کے علاوہ قرآن پاک سننے کے لئے یہ پابندی نہیں ہے بلکہ گنجائش ہے،

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں جہراً قرآت فرماتے تھے اور ازواج مطہرات اس وقت نیند میں ہوتی تھیں، بعض اوقات حجرہ سے باہر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی جاتی تھی۔ اور بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاؤ ڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقائے سفر کو ان کی "تلاوت کی آوازوں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں، اگرچہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرآت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم سب اُٹھ بیٹھو اور قرآن سنو اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملے میں کچھ گنجائش دی ہے۔ معارف القرآن۔ پ ۹ ۔ ص ۱۶۴

تحقیقاتِ بالا سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوگئے :-

(۱) قرآت سننے کا وجوب صرف نماز تک اور وہ بھی نمازی حضرات کے لئے ہے۔

(۲) نماز کے علاوہ تلاوت و قرآت سننے کا چونکہ اختیار ہے اس لیے گناہ لازم نہیں ہوتا۔ (۳) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کے زمانے میں قرآت و تلاوت کا یہ معمول رہا ہے جس سے دور و قریب کے لوگ مستفیض ہوتے تھے (۴) محقق قول یہی ہے جیسا کہ امام رازیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تحقیقات سے معلوم ہوا، بلکہ امام امام ابن المنذرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ نماز اور خطبے کے علاوہ کسی اور موقع پر سننا واجب نہیں ہے کیونکہ ہر ایک

پر استماع و انصات (کان لگا کر سننا) اگر واجب کر دیا جائے تو حرج عظیم لازم آئے گا، کیونکہ اس کا یہ تقاضہ ہے کہ علم میں مشغول آدمی اس کے سننے کے لئے اپنا علمی شغل ترک کر دے اور اسی طرح دیگر امور ضروریہ خواہ وہ دینی ہو یا طبعی چھوڑ دے (حاصل ترجمہ) اہل علم حضرات کی تسکین و تطمین کے لئے عربی عبارت ملاحظہ ہو

"وحکی ابن المنذر الاجماع علی عدم وجوب الاستماع والانصات فی غیر الصلاۃ والخطبۃ، وذالک أن ایجابھما علی کل من یسمع أحدً یقرأ فیہ حرج عظیم لأنہ یقتضی أن یترک لہ المشتغل بالعلم علمہ، والمشتغل بالحکم حکمہ، والمتبایعان مساومتھما وتعاقدھما وکل ذی شغل شغلہ" تفسیر المنار۔ ج۔ ۹۔ ص۵۵۲-۵۵۳

جب تحریر کردہ دلائل سے معلوم ہوا کہ نصوص دین کی روشنی میں درس یا تقریر تلاوت یا قرأت کی آواز مسجد سے باہر جا سکتی ہے، اور اس کا سننا اور وہاں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا دلائل شرعیہ کی روشنی میں درست ہے تو اب کوئی فتویٰ یا تحقیق اس کے مقابلے میں شرعی حیثیت نہیں رکھتی، اسکے دلائل اور وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نصوص کے مقابلے میں قیاس اور آراء کا خلاف شرع ہونا اصول فقہ کا مشہور مسئلہ ہے، اصول سرخسی ج۔۲۔ ص۱۴۹۔ الملل والنحل ج۔۱۔ ص۲۰۰ المغنی فی اصول فقہ ص۲۹۴ صاحب ہدایہ نے سینکڑوں مقامات پر ترکنا القیاس عند الاثر کہہ کر یہی اصول واضح فرمائے ہیں۔

(۲) ہمارے امام ابو حنیفہؒ بلکہ دیگر ائمہ ثلاثہ سے بھی مروی ہے کہ اگر ہماری تحقیق اور قول کے مقابلے میں حدیث صحیح ملی تو وہ میرا مذہب ہوگا۔

"اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کا مقولہ ان بزرگوں کی طرف سے متداول اور معتبر کتب میں شہرت پا چکا ہے۔ بعض تفصیلات کے لئے علامہ ابن عابدینؒ المعروف

بہ مفتی شام کے "آداب رسم المفتی" ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ عقود رسم المفتی ص۳۱-۳۲

(۳) فقہاء کے مسلّم اصول کے پیش نظر ادلۂ شرعیہ سے جو محقق قول سامنے آیا وہ اصل مذہب ہوتا ہے، اس کے بعض امثلہ کی طرف بھی علامہ ابن عابدینؒ نے رسم مفتی" میں اشارہ فرمایا ہے:

اس قانون کے پیش نظر صاحبین کا اختلاف فقہ حنفی میں پایا جاتا ہے۔

(۴) چنانچہ صاحبین کا قول، یا امام زفرؒ یا امام حسن بن زیادؒ کے اقوال پر بھی ادلہ قوی ہونے کی وجہ سے فتویٰ موجود ہے، اور وہ عین مذہب حنفی ہے۔

(۵) امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ جنہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے حدیث و فقہ کی امامت کا درجہ عطا فرمادیا تھا اور جنہوں نے اپنی مجتہدانہ بصیرت اور ملکات سے سینکڑوں سال تک دنیا حنفیت کو مسلح فرمایا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر نوادر اور شاذ روایت بھی حدیث صحیح کے مطابق ہو تو میں اس پر فتویٰ دینا چاہتا ہوں اور یہ حنفی مذہب ہی ہوگا۔ ملاحظہ ہو فیض الباری شرح البخاری، دیگر فقہائے کرام نے بھی لکھا ہے۔ ان الاعتبار لقوۃ الدلیل عقود رسم المفتی ص۳۱

(۶) آجکل سوء اتفاق سے اکثر دار الافتاؤں میں براہ راست ذمہ دار اور صاحب استعداد مفتی کو لکھنا کم پڑتا ہے۔ اکثر معین اور حدیث العہد بالتحقیق دار الافتاء اجوبہ لکھتے ہیں جن کی عدم ممارست اور قلت واقفیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، ورنہ جن بزرگوں کو خود تحقیق کرنے کا موقع ملا ہے تو انہوں نے واقعی تحقیق کا حق ادا فرمایا ہے۔ چنانچہ زیر بحث مسئلہ کے بارے میں جب فقیہ وقت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ "آلات جدیدہ" کے نام سے جو تحقیق فرمائی ہے وہ ہمارے مدعا کی دلیل اور اپنی نظیر آپ ہے۔ چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں، وعظ، تقریر یا درس اور تدریس وغیرہ میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر)

کا استعمال ایسا ہی جائز ہے جیسے سفرِ حج میں موٹر و ہوائی جہاز کا یا جہاد میں ٹینک اور
بم کا، آلاتِ جدیدہ ص ۱۹

حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ تحقیق اس قسم کے مغالطوں سے بچنے کے لئے اہم
حیثیت رکھتی ہے اور جن علماء و فقہاء کو خود لکھنا پڑا یا مسئلہ پر غور کرنے کا موقع
ملا تو انہوں نے بھی درست اور صحیح فتویٰ لکھا ہے، جیسا کہ آگے چل کر حضرت مولانا
مفتی رضاء الحق صاحب کے ایک تحریر کردہ فتویٰ پر استاذ العالم فقیہ العصر
محدث اعظم و مفتی اعظم حضرت الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم
کی تصدیق و تصویب کے ساتھ ہم عرض کرنے والے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امورِ مشروعہ میں بیجا تشدد کرنا بہت بڑا گناہ اور جرم ہے۔

جیسا کہ دلائلِ شرعیہ سے واضح ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر خواہ مسجد کے اندر موجود
سامعین کے لئے ہو یا مسجد کے باہر کے لوگوں کو سنانے کے لئے ہو، جائز اور درست
ہے اور عرب و عجم کے علماء کرام اور مسلمانوں کا عمل ہے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں
پھر بھی اس کے خلاف استفتاء کرنا اور اشتہارات اور پوسٹرز نکالنا بیجا سختی اور
دینیات میں مداخلت کے مترادف ہے جس کا از روئے شرع ناجائز ہونا واضح ہے
یہاں یہ بات قابلِ فہم ہے کہ اگر کسی کی طبعی کمزوری وغیرہ کے پیشِ نظر وہ اس کا تحمل
نہیں کر سکتا، تو وہ معاف ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی
تھانویؒ خانقاہ کے اندر اپنے بیان کے بلند آواز سے بھی گرانیِ طبع محسوس فرماتے
تھے، چنانچہ فرماتے ہیں بعض مرتبہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے تقریر میں آواز بلند
ہو جاتی ہے، اور یہ امر طبعی ہے جی چاہتا ہے کہ سب سنیں جس کا اثر دیر تک دماغ
پر رہتا ہے، یہ بھی ایک تکلیف ہے۔ الافاضات الیومیہ من ملفوظات حکیم الامۃ

ج۔۱۔ ص ۲۴ سطر ۱۰-۱۱۔

غور فرمانے کا مقام ہے کہ حضرت کو اپنی تقریر میں اپنی آواز کے بلند ہونے
سے تکلیف اور گرانی ہوتی تھی، مگر اخلاقِ نبوت سے متصف ہونے کی برکت سے
فرماتے ہیں کہ "جی چاہتا ہے کہ سب سنیں" واقعی جنھیں حق تعالیٰ شانہٗ خیر کے
ارادے سے نوازیں، انکا یہی حال ہوتا ہے مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت نہ تو اسے
حرام سمجھتے ہیں اور نہ اس کے خلاف کوئی حکم صادر فرماتے ہیں، یہ شریعت کے
جامع ہونے کی ایک واضح مثال ہے، امورِ طبعیہ کی وجہ سے مسائلِ دین میں سختی
پیدا کرنا احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عظیم جرم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد ہے۔ (ان اعظم المسلمین جرما من سئل عن شیء لم یحرم فحرم لاجل مسئلتہ)
بخاری۔ ج۔۲۔ ص ۱۰۸۲ احادیث ۷۲۸۹ شراحِ حدیث میں سے اس حدیث کی شرح میں
جس میں جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے عظیم
مجرم وہ شخص ہیں جو کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کرلے جو کہ حرام نہ ہو اور اس کے سوال
کی وجہ سے وہ حرام ہو جائے۔ حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس کی شرح میں
فرماتے ہیں (ان السوال عن الشیء بحیث یصیر سببا لتحریم شیء مباح
ھو اعظم الجرم لانہ صار سببا لتضییق الامر علی جمیع المکلفین
فالقتل مثلا کبیرۃ ولکن مضرتہ راجعۃ الی المقتول وحدہ او الی
من ھو منہ بسبیل بخلاف صورۃ المسئلۃ فضررہ عام للجمیع)
فتح الباری۔ ج۔۱۳۔ ص ۲۶۸-۲۶۹ حافظؒ کی شرح کا حاصل یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کے
بارے میں سوال کرنا جو کسی مباح یعنی جائز کام کو ناجائز بنانے کی وجہ بنے بہت بڑا
جرم ہے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے ساتھ تنگی اور سختی پیدا ہوگی۔ سو قتل بھی ایک گناہ
ہے مگر اس کا نقصان صرف مقتول یا وہ جو مرتکبِ قتل ہے ان کو پہنچتا ہے مگر یہ سوال کرنے

ہیں تمام مسلمانوں کے ساتھ سختی کرنا اور ان کا نقصان کرنا ہے مزید ملاحظہ ہو عمدۃ القاری
ج ۱۲۔ جزء ۲۵ ص ۳۲۔۳۳ ارشاد الساری۔ ج ۱۰۔ ص ۳۰۹ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۔ ص ۳۲۰

حق تعالیٰ شانہٗ سب مسلمانوں کو نیکی برباد گناہ لازم کے ارتکاب سے محفوظ فرمائے
یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہؓ میں سے اگر کسی سے باوجود اخلاص نیت کے کہیں سختی
اور تشدد ہو جاتی تو حضرات صحابہؓ اس کو ناپسند فرماتے تھے اور تشدد کرنے والے کو
منع فرماتے تھے، ملاحظہ ہو بخاری۔ ج ۱۔ ص ۳۵ کان ابو موسیٰ الاشعریؓ
یشدد فی البول الخ۔ فقال حذیفۃؓ "لیتہ امسک" کے الفاظ صریح موجود ہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ دیکھئے،
"تنزہ عن البول شریعت میں اس درجہ مطلوب ہے کہ اس میں کوتاہی کرنے پر
وعید شدید بھی وارد ہے اور ایسا مبالغہ فی التنزہ آسانی سے ممکن بھی ہے کیونکہ شیشی
قارورہ کی ہر شخص کو میسر ہو سکتی ہے مگر پھر بھی نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کا اہتمام فرمایا، نہ حضرات صحابہؓ نے اور اگر حضرت ابو موسیٰؓ نے غلبۂ حال سے اس کا
اہتمام بھی کیا تو حضرت حذیفہؓ نے ان پر نکیر فرمایا اور حضرت ابو موسیٰ نے نہ اس نکیر پر کچھ
کلام فرمایا، نہ دوسروں کو ایسا کرنے کی رائے دی" اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں "تو
اس میں ایسا مبالغہ کرنا اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرنا یسر فی الدین کے
سراسر خلاف ہے" وفی ھذہ الکفایۃ لمن طلب الحق۔ بوادر النوادر ص ۴۹۲

حضرات صحابہؓ کے ان ارشادات کی روشنی میں حضرت تھانویؒ کی شرح و
تفصیل سے جائز کو ناجائز کرنے والوں اور اس سلسلے میں نشر و اشاعت کرنے والوں
کو دیدۂ عبرت کھول دینا چاہیئے کہ کہیں "نیکی یا اذیت" کا طوق اپنے گلے میں آویزاں
نہ ہو؟ ؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آخری وضاحت:

پیش کردہ تفاصیل اور دلائل سے جیسا کہ پڑھنے والے حضرات پر یہ واضح
ہو چکا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے مناسب اوقات میں تلاوت یا درس و تقریر
بالکل جائز اور شریعت اور وقت کا عین تقاضہ ہے۔ جو حضرات اس سلسلے میں
آواز کو مسجد یا کسی دوسری مجلس تک محدود رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور باہر کے لوگوں
تک آواز کا پہنچنا یا اس کا اہتمام کرنا ناجائز سمجھتے ہیں، ان کے اس کہنے کا غلط ہونا
ان شرعی دلائل کی روشنی میں بفضلہ تعالیٰ واضح ہو چکا ہے۔ تنبیہ مزید کے طور پر
یہ عرض کرنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ جن حضرات نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے انہوں
نے حرمت کی علت اذیت بتائی ہے جیسا کہ ایک صاحب علم سے ایک گفتگو
کے دوران یہ معلوم ہوا تھا۔ سو عرض ہے کہ ہمارے سابقہ تحقیق و تحریر سے
یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ علت اصول دین کی روشنی میں کالعدم ہے اگر
بالفرض یہ علت درست ہوتی تو یہی ایذا جب مسجد کے اندر درس یا بیان ہو تو
بھی موجود ہوتی ہے کیونکہ مسجد کے اندر والے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے یہ حضرات
خود بھی قائل بلکہ اس پر عمل پیرا ہیں، جیسا کہ ان کی تحریرات اور اعمال سے ظاہر ہے
کیونکہ درس و بیان، وعظ یا تقریر نمازوں کے اوقات ہی میں ہوتے ہیں، غیر
اوقات نماز میں عمل کسی کا نہیں ہے اور تقریباً تمام اوقات میں نماز پڑھنے والے
آتے رہتے ہیں اور از روئے شرع چونکہ وہ بنیت نماز ہی مسجد میں آتے ہیں
اور اس وقت کا سب سے بڑا فریضہ بھی نماز ہی ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کو نماز
پڑھنے سے نہیں منع کیا جا سکتا، تو بیان یا درس سے یقیناً ان کی نماز میں حرج
واقع ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ایذاء کی علت متحقق ہوتی ہے کیونکہ مسجد سے
باہر محلے کے لوگ تو بجائے صحن کے کمرے میں، یا کمرے کے بھی دروازہ اور کھڑکی بند

کر سکتے ہیں لیکن مسجد میں آنے والے بعد میں نماز پڑھنے والوں کو سخت اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو پھر مسجد کے اندر بھی ان کی تحقیق کے مطابق درس یا تقریر ناجائز ہونا چاہئے۔ حالانکہ اس کے ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہے، خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہاں بھی اوقات نماز میں ذکر و تعلیم کا سلسلہ اوقات نماز میں رہتا تھا، جیسا کہ گذشتہ تحریرات سے معلوم ہوا ہے۔ اہل علم کے مزید اطلاع کے لئے بخاری شریف۔ ج ۱۔ ص۱۱۶ باب الذکر بعد الصلوٰۃ اور ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ۔ پر غور کرنا کافی ہے۔ اگر کسی نے مزید تفصیل دیکھنی ہو تو بذل المجہود۔ ج ۷۔ ص۹۳؛ المدخل ج ۱۔ جز ۲ ص۱۰ البرہان فی علوم القرآن۔ ج ۱۔ ص۴۷۵ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

بلکہ مسجد سے باہر کے لوگوں کے سکون سے زیادہ مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے سکون کا لحاظ ضروری ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کی وضاحت کافی ہے (واذا ضاق المسجد کان للمصلی ان یزعج القاعد عن موضعہ لیصلی فیہ وان کان مشتغلا بالذکر او الدرس او قرأۃ القرآن او الاعتکاف۔ فتاوی عالمگیری۔ ج ۵۔ ص۳۲۲ چونکہ یہ اشارات خالص اہل علم کے لئے ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ان تمام باتوں کے باوجود درس اور تقریر بیان اور وعظ مساجد میں اسلام کے دور اول سے آج تک بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ ارادہ نفع رسانی کا ہو، اور مقصد اصلاح تعلیم و تبلیغ دین ہو اس قسم کے عمل غیر مطردہ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، اور اصول کا مشہور قانون

"الامور بمقاصدھا" الاشباہ والنظائر ج ۱۔ ص۳۸ نافذ العمل ہوتا ہے۔ ہم نے از حد کوشش کی کہ بات مختصر اور مدلل اور سلف و خلف کے متفقہ موقف کی روشنی میں ہو جس کی وجہ سے سینکڑوں دلائل ضبط تحریر میں نہیں لا سکے، جو کچھ لکھا گیا ہے گو مختصر ہے مگر امید ہے کہ طالبان تحقیق کے لئے باعث تسلی و تشفی اور علماء دین کے لئے اطلاع مبین کا باعث ثابت ہوگا، اس سلسلے میں فقیہ العالم محدث اعظم و مفتی اعظم پاکستان استاذنا المکرم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم کا مصدقہ فتویٰ حرف آخر اور قول فیصل کی حیثیت سے پیش خدمت ہے جو ہمارے رسالے کے لئے تکمیل اور مقاصد کے لئے تتمیم اور طالبان حق کے لئے تبشیر اور نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وباللہ التوفیق

کتبہ [illegible] ۲ رجب ۱۴۰۸

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسجد میں بعد از نماز درس قرآن کریم ومسائل دینیہ کے بیان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے؟ جبکہ اکثر حضرات سنتوں سے فارغ ہو چکے ہوں، جبکہ اہل محلہ بھی درس قرآن لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سننے کے مشتاق ہوتے ہیں، بعض حضرات درس وتقریر لاؤڈ اسپیکر سے حرام سمجھتے ہیں، اگر یہ حرام ہو تو کیا پورے ملک کے خطباء جو جمعہ وغیرہ کی تقریریں لاؤڈ اسپیکر سے کرتے ہیں حرام کے مرتکب ہیں؟ اگر ہوں تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

بینوا وتوجروا۔ المستفتی

مزمل حسن عفی عنہ

A-۲۹ بسیرا اپارٹمنٹ گلشن اقبال ۲/۷

کراچی

باسمہ تعالیٰ

الجواب

مذکورہ بالا صورت میں جب اہل محلہ اور مسجد کے ارباب بست وکشاد لاؤڈ اسپیکر سے تقریر ودرس قرآن سننے کا شوق رکھتے ہیں تو لاؤڈ اسپیکر سے تقریر اور درس قرآن دینے میں کوئی حرج نہیں، شرعاً ہر اس جائز ذریعے کو استعمال کرنا جائز ہے، جس سے دین کی تبلیغ زیادہ سے زیادہ ہو جائے۔ لاؤڈ اسپیکر سے یہ تبلیغ زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے، خواتین اور دیگر حضرات جو مسجد تک نہیں آسکتے، درس وتقریر کے سرچشمے سے مستفیض ہو جاتے ہیں۔

نیز اگر لاؤڈ اسپیکر کی آواز متوسط اور درمیانی رکھی جائے تو باہر سننے والوں پر

بوجھ بھی نہیں پڑتا۔ ہاں اگر تقریر ودرس قرآن ایسے وقت میں دے دیا جائے جو لوگوں کے سونے کا وقت ہو اور عام لوگ سوئے ہوں تو مکروہ ہے۔ نیز اگر نمازیوں کا جم غفیر نماز میں مشغول ہو اور درس دیا جائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔ جو حضرات لاؤڈ اسپیکر سے درس وتقریر کو حرام اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب سمجھتے ہیں ان کو دلیل قطعی بیان کرنا چاہیے کیونکہ حرام کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ہونا چاہیے نیز اگر درس وتقریر لاؤڈ اسپیکر سے گناہ کبیرہ ہو جائے تو ملک کے تمام خطباء جو لاؤڈ اسپیکر سے تقریریں کرتے ہیں، گناہ کبیرہ کے مرتکب قرار پائیں گے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے تو پھر کسی کی نماز کی خیر نہیں ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "عبادات غیر مقصودہ، وعظ، تقریر، درس وتدریس وغیرہ میں آلۂ مکبر الصوت کا استعمال ایسا ہی جائز ہے جیسے سفر حج میں موٹر وہوائی جہاز"

آلات جدیدہ ص۳۸

البتہ یہ ضروری ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو حدود شریعت میں رکھا جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: رضاء الحق عفی عنہ

۱۸ محرم ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح

ولی حسن ۱۸ محرم ۱۴۰۷ھ

المفتی ولی حسن

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (الآية)

جامعہ عربیہ احسن العلوم کے شعبہ نشرو اشاعت (الیکٹرونکس میڈیا) سے

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ العالی

کی حسب ذیل تقاریر دستیاب ہیں۔

دورہ تفسیر کے مکمل کیسٹس

جمعۃ المبارک کی تقاریر کے کیسٹس

جمعۃ المبارک کے بعد فقہی مجلس میں سوالات وجوابات کی نشست کی کیسٹس

۲۰۰ گھنٹے کے دورہ تفسیر کے بیانات صرف دو CD میں دستیاب ہیں۔

کمپیوٹر M.P.-3, CD